عرب کے اقتصادیات اور اسلام کے خدمات

رئیس العلما مولانا سید کاظم نقوی صاحب مجتہد (علی گڑھ)

اسلام کے آنے سے پہلے عربوں کی اکثریت پر انتشار و پراگندگی کا سایہ تھا۔ ان کے پاس کوئی مستقل جائے سکونت نہ تھی۔ چشموں اور سبزہ زاروں کی تلاش میں ان کی قیام گاہیں بدلتی رہتی تھیں۔ بالکل آخر میں انھوں نے کعبہ کے گرد مکہ میں قیام کرلیا تھا۔ کعبہ کو شروع سے روحانی مرکزیت حاصل تھی۔ قبائل عرب اطراف وجوانب سے اس کے حج کے واسطے آتے، وہاں قربانیاں کرتے اور خیر خیرات دیتے تھے۔ کثرت سفر کی وجہ سے ان قبائل کے درمیان باہم معاملت ہونے لگی۔ آہستہ آہستہ اس میں ترقی ہوئی۔ مناسک حج سے فراغت کے بعد حدود شہر کے باہر خیمہ نصب کر کے انھوں نے بازار لگائے اور خرید و فروخت شروع کردی۔

اس وقت جزیرۂ عرب کے شمال میں فارس اور جنوب میں حبش کا اقتدار تھا۔ ان کے ذہن میں تجارتی تبادلہ کا خیال پیدا ہوا۔ سمندری راستہ قابل اطمینان نہ تھا۔ وہ تجارتی سامان بلاد عرب میں کسی ایک مقام پر لاکر ذخیرہ کردیتے اور اس کی تھوڑی مقدار اپنے ہمراہ لے کر عرب کے بڑے شہروں کا دورہ کرتے تھے۔ وہاں اپنا سامان نکال کر واپسی میں ان اطراف کا مال اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اِدھر یمنی عربوں کا کاروبار مشرقی افریقہ اور حبشہ کے غلاموں کی خرید و فروخت تھا۔ ان کے خریدار بیشتر بڑے سوداگر اور زراعت پیشہ افراد تھے۔ یہ غلام باربرداری اور کھیتی باڑی میں کام آتے تھے۔ ان کے مالکوں نے اپنا سارا کام ان پر چھوڑ دیا تھا۔ اس بنا پر عرب کی اقتصادی حالت میں غلام سازی کو بڑی اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔ غلاموں پر اعتماد کلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے خوش حال اور فارغ البال مالکوں کا پورا وقت عیش وعشرت، لہو ولعب اور شعر وشاعری کے لئے خالی ہوگیا۔ تجارت وزراعت کے علاوہ نہ انھیں کوئی دست کاری آئی اور نہ وہ علوم وفنون کی طرف توجہ کرسکے۔ ان کے یہاں طبابت کا دارومدار بوڑھے کاہنوں اور منجموں پر تھا۔ انساب عرب کے واقف کار اور آثار قدیم کے قیافہ شناس ان کے یہاں طبقہ علماء میں محبوب تھے۔ ان کی تجارت غیر منظم اور کاروبار بے ترتیب تھا وہ طبعاً لااُبالی اور الّھڑ واقع ہوئے تھے۔ ان کے پڑوس میں روم وفارس کی متمدن قومیں موجود تھیں لیکن وہ ان کے نظم وضبط کی نقل تک نہ اتار سکے۔ بڑی مدت کے بعد عربوں کو خیال آیا کہ ہمیں بھی اپنے گھر سے نکل کر باہر تجارت کے لئے جانا چاہئے۔ انھوں نے سال میں دو سفر شروع کئے۔ ایک جاڑے میں یمن کی طرف اور دوسرا گرمی میں شام کی طرف۔ ان سفروں میں حجازی قافلے اپنے ملک کی خاص چیزیں شام ویمن لے جاتے اور واپسی میں وہاں کا سامان لاکر حجاز میں فروخت کرتے تھے۔ یہ قافلے شام ویمن سے دوسرے سامان کے ساتھ سبزیوں اور پھلوں کے بیج بھی لائے۔ ان کی کاشت کے لئے ان کے پاس طائف سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی۔ اس

لئے طائف کو زراعت کے لحاظ سے تمام ملک میں نمایاں درجہ مل گیا۔ معاشی اطمینان کے سبب وہاں کی آبادی بھی نسبتاً بڑھ گئی۔ جزیرۂ عرب کی خوشحالی اور فارغ البالی میں بیشتر حصہ اسی طائف کی زراعت کا ہے۔ دولت کی فراوانی ہمیشہ عیاشی وفضول خرچی کا سبب بنا کی ہے۔ وہ حجازی عرب جو چھوٹے چھوٹے کچے مکانوں میں رہنے کے عادی تھے اب ان کے عالی شان بلند و بالا محل بن گئے۔ وہ جن کے گھر کا کام کاج ان کی عورتیں کیا کرتی تھیں اب ان کے یہاں کثرت سے غلام وکنیز نظر آنے لگے۔

غلط فہمی نہ ہو اس ثروت مندی میں ملک کے تمام باشندے شریک نہ تھے۔ زراعت پیشہ عربوں کا ایک محدود طبقہ تھا۔ دوسرے قبائل ان ہی کے پہلو میں ہوا کے رحم وکرم پر کھلے بیابانوں میں خیمے لگائے زندگی بسر کر رہے تھے۔ کبھی تیز ہواؤں کے جھکڑ ان کے خیموں کو اکھاڑ کر انھیں صحرا میں منتشر کر دیتے تھے۔ ان کا کام اونٹ چرانا تھا۔ ان کی گذر بسر اونٹنیوں کے دودھ پر تھی۔ ان کا پیشہ آس پاس کے دیہاتوں پر ڈاکہ ڈالنا اور آتے جاتے قافلوں کا لوٹنا تھا۔ حجاز میں کوئی حکومت نہ تھی جو ان رہزنوں اور غارت گروں کی سرکوبی کرتی۔

عربوں کی شہری آبادی چار طبقوں پر مشتمل تھی۔ کچھ لوگ شہر میں بڑی بڑی جائدادوں کے مالک تھے۔ کچھ لوگوں کی شہر سے باہر زمینیں تھیں جہاں وہ کاشت کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کا سوداگری مشغلہ تھا۔ ان کے علاوہ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک بڑی تعداد غلاموں کی تھی۔ یہ متمدن ممالک سے اسیر کر کے لائے گئے تھے۔ وہاں کی بود و باش نے ان کو پورے طور پر مہذب بنا دیا تھا۔ یہ تجارت وزراعت کا کامل سلیقہ رکھتے تھے۔ عربوں کے مختلف اقتصادی شعبوں میں انھوں نے عظیم خدمات انجام دیئے۔ غلاموں کے ذریعہ ان کی تجارت وزراعت میں فی الجملہ نظم وضبط پیدا ہوا۔ انھوں نے بعض معمولی کاموں میں بڑی مہارت پیدا کر لی تھی۔ غلہ پیسنے کی چکی بہت عمدہ بناتے تھے۔ یہ تمام کام ان ہی کے غلاموں کے ذمے تھے۔ عرب کی فطرت میں بے فکری اور آزادی تھی۔ صحرا نوردی نے ان کی عادتیں بگاڑ دی تھیں۔ وہ پابندی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بہت دشوار تھا کہ وہ کسی جگہ بیٹھ کر کوئی کام کریں ان کے ملک کا بیشتر حصہ خشک چٹیل بیابانوں پر مشتمل تھا۔ ان کے پاس نہ سونے چاندی کے معدن تھے نہ تانبے، لوہے، پیتل، اور کوئلے کی کانیں تھیں۔ ایسی صورت میں وہ زراعت اور باہر کا مال لا کر بیچنے کے علاوہ کیا کر سکتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حجاز، یمن اور طائف کے لوگوں نے انفرادی طور پر سہی اقتصادی مسائل کی طرف ضرور توجہ کی۔ انھوں نے شخصی مصالح کے پیش نظر اپنی ثروت میں اضافہ کیا۔ ظاہر ہے کہ کسی ایک طبقہ کی کشادہ حالی سے پوری قوم کو اطمینان نہیں نصیب ہوسکتا۔ عربوں کے پاس کوئی ایسا اجتماعی نظام نہ تھا جس کی پابندی ساری قوم کو متمول اور مطمئن بنا سکے۔ ان کے یہاں مختلف قبائل کے مختلف وسائل معاش تھے۔ قریش کی گزر بسر کا دارومدار چار چیزوں پر تھا۔ خانۂ کعبہ کی نگہبانی، حاجیوں کی خدمت گزاری، مویشیوں کی چرائی اور باہر سے آئے ہوئے مال کی خرید وفروخت۔ کھلی ہوئی ہے

کہ ان ذرائع سے کوئی منضبط آمدنی نہیں ہوسکتی۔ حالات کے لحاظ سے ان میں برابر کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ اس کے باوجود انھیں مستقبل کی کوئی فکر نہ تھی۔ وہ آنکھیں بند کر کے فضول خرچی کرتے تھے۔ اسراف وتبذیر کا نام انھوں نے حوصلہ مندی اور دریا دلی رکھ لیا تھا۔ نتیجتاً انھیں کبھی شدید تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس وقت ان کو غذا میں جو کھجور اور بھیڑ بکری کے دودھ کے سوا اور کچھ میسّر نہ ہوتا۔ ان کی سکونت شہر میں چھوٹے چھوٹے گھروں میں اور بیابانوں میں خیموں کے اندر تھی، علمی وصنعتی شعبوں سے اجنبیت کی بنا پر انھیں اپنی سطح زندگی کو بلند کرنے کا تصور تک نہ ہوا تھا، اس کا ایک ناخوشگوار تجربہ اس وقت ہوا جب قریش نے خانہ کعبہ کی مرمت و درستی کرنا چاہی۔ عبرت کی بات ہے کہ اس موقع پر پورے ملک میں ایک معمولی بڑھئی دستیاب نہ ہوسکا بلکہ مصر سے بلانا پڑا۔ تاہم خانہ کعبہ کی وجہ سے حجاز کی طرف ہر شخص کا دل کھنچتا تھا۔ اس کی خدمت گاری اور مجاوری کے سبب قریش پر عزت واحترام کی نگاہیں پڑتی تھیں۔ ان کا آوازۂ شہرت دور دور تک پہنچ گیا تھا موسم حج میں ان کو خاصی آمدنی ہوجایا کرتی تھی۔

بادشاہ یمن کے دل میں قریش کی یہ مرکزیت خار بن کر کھٹکنے لگی۔ اس نے عربوں کی روحانی توجہ کو موڑنے کے لئے خود یمن میں ایک عمارت بنوائی۔ بہترین قیمتی سامان سے اس کی آرائش کی اور خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے ایک لشکر جرّار روانہ کیا۔ فتح وظفر بظاہر یقینی تھی لیکن انسانی ارادہ خدائی ارادہ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا۔ خانہ کعبہ اپنی جگہ باقی رہا بلکہ اس واقعہ نے اس کی بابت عربوں کی عقیدت کو اور بڑھا دیا۔ قریش کی آمدنی بڑھنے کے ساتھ ان کا درجہ اونچا ہوگیا۔ اجتماعی مصالح کو نظر میں رکھتے ہوئے قریش نے بھی عربوں کے لئے کسی نظام اقتصادی کی تشکیل نہیں کی۔

جہالت وبربریت سے ہر قوم کے اخلاقیات بھی متاثر ہوتے ہیں۔ عیاشی، سیہ کاری اور شراب نوشی عربوں کا عام مشغلہ تھا۔ اس کی علت رومی کنیزوں اور شامی شراب کہنہ کی درآمد تھی۔ عرب پرانی شراب کے قدیم شیفتہ ودلدادہ تھے۔ روز کا مشاہدہ ہے کہ پڑی ہوئی عادتیں مشکل سے چھوٹتی ہیں۔ عادت انسان کو ایسے اقدامات پر مجبور کردیتی ہے جو خودداری کے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ وہ مغرور عرب جسے سر کٹنا گوارہ لیکن کسی کے سامنے گردن جھکنا ناگوار تھا اس کا دست سوال عادت کی پیاس بجھانے کے لئے غیر کے سامنے پھیلا ہوا تھا قرض کی عمومی لین دین سود خواری تک منتہی ہوا کرتی ہے۔ اس کے نتائج غیر مبہم ہیں۔ ہر شخص انھیں محسوس کرسکتا ہے۔ عرب فقیر ہوگئے۔ ان کا معیار زندگی پست تر ہوگیا۔ ان کی دولتیں ایک خاص طبقہ کے ہاتھ میں پہنچ گئیں۔ لطف یہ کہ وہ عرب نہ تھے۔ اجنبی تھے جو ان کے ملک میں رہنے لگے تھے۔ جب کسی قوم پر ادبار آتا ہے تو اس کے احساس کی قوتیں سوجاتی ہیں عرب خواب غفلت میں تھے۔ انھیں واقعہ فیل اور لشکر ابرہہ کی گھما گھمی بھی بیدار نہ کرسکی۔ ان میں بات بات پر تلواریں کھنچتی تھیں ان کے دلوں میں بغض وحسد کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اوس وخزرج کی لڑائیاں اور حرب فجار کی مشہور خونریزیاں ابرہہ کے مکہ پر

حملہ کے بعد ہوئی ہیں۔ اس انتشار وخلفشار کے ہوتے کس کو توقع تھی کہ عرب قوم کسی سیاسی واقتصادی نظام عام کے سایہ میں ایک حاکم کے زیر اقتدار جمع ہوجائے گی۔

پیغمبرؐ اسلام کی بعثت کے وقت عربوں کی حالت بہت نازک تھی۔ طائف، مدینہ اور یمن کے بعض خطوں کے سوا پورا ملک اکثر قحط سالی کا شکار رہتا تھا۔ ساری قوم پر اجتماعی واقتصادی بدنظمی چھائی ہوئی تھی۔ پورے ملک کی پونجی سمٹ کر چند آدمیوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی تھی۔

عربوں کی حالت اور ان کی ذہنیت کا اندازہ ان مطالبات سے بخوبی ہوجاتا ہے جو رسول اکرمؐ کے سامنے پیش کئے گئے۔ خواہش کی گئی کہ مکہ اور اس کے گرد سے پہاڑ ہٹ جائیں، وہاں باغ لگیں اور نہریں جاری ہوں، کوہ صفا اور کوہ مروہ سونے چاندی کے ہوجائیں، زمین سے زروجواہر کے خزانے نکل آئیں۔

ان فرمائشوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں شدید فقروتنگ دستی کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا۔ سستی اور کاہلی اور بےعملی ان کے خمیر میں مل گئی تھی۔ مال دنیا کا لالچ ان کی طبیعتوں میں راسخ ہوگیا تھا۔ وہ محنت مشقت نہیں کرنا چاہتے تھے۔

یہ ماحول تھا کہ ۶۱۰ء میں رسولؐ اسلام کی بعثت ہوئی۔ آپ نے عظیم اجتماعی معجزہ پیش کیا۔ ناقابل ترمیم قوانین شریعت بنائے۔ فطری اور مضبوط نظام اقتصادی کی داغ بیل ڈالی۔ آپ نے حکیمانہ تعلیمات وہدایات کے ذریعہ بیمار فطرتوں کی مسیحائی کی۔ وحشی وغیر مہذب دماغوں کی تربیت کر کے انھیں تازہ اجتماعی واقتصادی انقلاب کو قبول کرنے کے لائق بنایا۔

مکہ کے دوران قیام میں تیرہ برس تک رسولؐ اور آپ کے ہمراہیوں کی زندگی غیر مطمئن تھی۔ مشرکین کی طرف سے مزاحمتیں پورے شباب پر تھیں۔ وہاں اس تازہ انقلابی نظام کو بروئے کار لانے کا موقع نہیں ملا۔ اس کا مکمل نفاذ مدینہ آنے کے بعد ہوا۔

ہجرت کے بعد آنحضرتؐ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مہاجرین وانصار کے درمیان برادری قائم کی۔ آپ نے فرمایا کہ کمال ایمان یہ ہے کہ ایک برادر مومن کے لئے وہی چاہے جو اپنے واسطے چاہتا ہے۔ اسلام میں اقتصادیات کی بنیاد اخوت، محبت اور تعاون باہمی پر ہے۔ وہ خودغرضی، بدمعاملگی اور حسد سے نفرت کرتا ہے۔ اسلام نے اپنے مقاصد میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ انصار نے اپنے املاک واموال کا نصف حصہ مہاجرین کو دے دیا۔ ایثار واخوت کا یہ مظاہرہ تربیت اسلامی کا معجزہ تھا۔

رسولؐ نے عربوں کو تجارت کی طرف خاص طور سے متوجہ کیا۔ عرب ایک خشک صحراوی ملک ہے۔ تجارت کے سوا وہاں خوش حالی بڑھانے کا کوئی دوسرا وسیلہ نہ تھا۔ حضرتؐ نے اس کی اہمیت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا: **تسعة اعشار الرزق فی التجارة۔** رزق کے دس حصوں میں سے نو تجارت میں ہیں۔ اسلامی شریعت نے معاملات میں حلال وحرام کی تفریق کی۔ مسلمانوں کے درمیان سود کی لین دین کو ناجائز قرار دے دیا۔ سود خواری اور ذخیرہ اندوزی کی حرمت نے اقتصادی توازن قائم کیا۔

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ دولت کسی ایک طبقہ کے ہاتھ میں سمٹ کر پہنچ جائے۔ اس نے رہزنوں اور غارت گروں کے لئے سخت سزائیں مقرر کیں۔ اس سے جزیرۂ عرب میں تجارتی قافلوں کی آمد ورفت کے لئے کوئی خطرہ نہ رہا۔ ہم نے پہلے بتایا کہ اسلام سے قبل عربوں کے پاس چوروں اور ڈاکوؤں کی سرکوبی کے واسطے کوئی منظم طاقت نہ تھی۔ ان کے تجارتی قافلے اکثر وبیشتر راہ میں لٹ جاتے تھے۔ اس کی وجہ سے عربوں کی اقتصادی حالت بن بن کر بگڑ جاتی تھی۔ نرخ اور کیل ووزن کا ان کے یہاں کوئی معیار نہ تھا۔ اس کا دارومدار ان کی مرضی پر تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کے درمیان خرید وفروخت کم ہوگئی اور ان میں کساد بازاری پھیل گئی۔ قرآن مجید نے صاف اعلان کیا: **فاوفواالکیل والمیزان ولاتبخسوا الناس اشیائھم۔** ناپ تول میں دیانت داری سے کام لو اور لوگوں کی حق تلفی نہ کرو۔ **واقیموا الوزن بالقسط ولاتخسروا المیزان۔** ہمیشہ ایمان داری سے وزن کرو، کم نہ تولو۔۔۔۔۔۔۔ ان ہدایات نے عربوں کے بازاروں کو منظم اور لوگوں کو معاملت پر آمادہ کیا۔ قرآن مجید نے فضول خرچی کو ممنوع قرار دے کر ان کے اخراجات کو محدود بنا دیا۔ اس نے بخل اور اسراف کی مذمت کی اور میانہ روی کی تعریف فرمائی۔ **والذین اذاانفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواماً۔** وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی اور کنجوسی نہیں کرتے بلکہ میانہ روی برتتے ہیں۔ قرآن فضول خرچ لوگوں کو شیطان کا بھائی سمجھتا ہے۔ **ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔** اس کے قبل عرب ہمیشہ خالی ہاتھ رہتا تھا اب اس کی جیب میں پیسے رہنے لگے۔

اسلام کا رسول امیؐ اقتصادیات کے اصول سے باخبر تھا۔ پیغمبرؐ خوب جانتے تھے کہ منجمد دولت گھٹتی رہے گی اس کے بڑھنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ انھوں نے سونے چاندی کے سکوں میں وجوب زکوٰۃ کی شرط قرار دی کہ وہ سال بھر ایک حالت میں نہ رکھے رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ دولت کا تبادلہ تجارت، زراعت اور دوسرے کاموں میں برابر ہوتا رہے۔ خمس وزکوٰۃ کی نوعیت اس ٹیکس کی ہے جو حکومتوں کی طرف سے اس وقت عائد کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے لوگوں کو اپنے۔۔۔۔۔ کاروبار کی نگرانی کرنا پڑی۔ ان کے معاملات وحسابات منضبط ہوگئے۔ وہ عظیم مالی نقصانات سے بچ گئے۔ جزیرۂ عرب کی وحدت اور اسلام کے واحد نظام اقتصادی کی پابندی نے عربوں کے درمیان معاملات کی تعداد بڑھا دی۔ اس کے پہلے بہت سے بلند صلاحیتوں کے افراد پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے تھے۔ سود کی زیادتی قرض لینے سے مانع تھی۔ اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر انھیں کام کرنے کا موقع دے دیا۔ دوسری طرف مسلمانوں کو قرض دینے کی جانب رغبت دلائی: **من ذاالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفه له اضعافا کثیرة واللہ یقبض ویبسط والیه ترجعون۔** کون ہے جو خدا کو بے سود ربا

قرض دے تاکہ وہ اس کا عوض بہت بڑھا چڑھا کر عطا کرے تنگی وکشادگی دینا خدا کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی طرف تمہاری بازگشت ہے۔

معاملت کا ہمیشہ نقد ہونا بہت مشکل ہے۔ اکثر انسان کے پاس پیشہ نہیں ہوتا لیکن ضرورت معاملت پر مجبور کرتی ہے۔ اس صورت میں آدمی باہم سمجھوتہ کرکے ایک مدت مقرر کرتا ہے کہ قیمت یا مال اس وقت دیا جائے گا۔ اسلام کے پہلے عرب کی قرض کی ادائیگی کے لئے صرف زبانی عہدوپیمان کرلیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ مالی معاملات میں فقط زبانی قرارداد سے تحفظ نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ قرض دار بعد کو انکار کردے یا وہ مرجائے اور اس کے ورثا منکر جائیں۔ ان برے نتائج کا لحاظ کرکے اسلام نے ایک مضبوط وقابل اطمینان قانون نافذ کیا۔ تاریخ اسلام سے پہلے اس کا وجود نہیں بتلاتی ہے۔ قرآن مجید نے ہدایت کی: **یا ایھا الذین أمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمیٰ فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ولا یبخس منہ شیئا فان کان الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا اولا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل واستشھدوا شھدین من رجالکم۔۔۔۔۔۔۔ ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ذالکم اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ وادنی الا ترتابوا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا۔**

(سورۂ بقرہ آیت: ۲۸۲)

''اے ایمان والو! اگر تم ایک مدت معین تک قرض لو تو تمہیں ایک دستاویز لکھ دینا چاہئے اس کی تکمیل کوئی شخص انصاف اور دیانت داری سے کردے۔ کاتب اس کے لکھنے سے انکار نہ کرے۔ قرض دار کو قرضہ کا اقرار کرنا اور خدا سے ڈرنا چاہئے اس کے واسطے یہ درست نہیں ہے کہ وہ اقرار میں قرضہ کی مقدار کم کردے۔ اب اگر قرض دار احمق یا کمسن ہو یا کسی وجہ سے اقرار پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی اقرار کرلے گا اس کے علاوہ دو مردوں کو گواہ بھی بنادو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دیکھو قرض کی رقم کم ہو یا زیادہ تمہیں دستاویز لکھنے میں کبیدگی نہ محسوس کرنا چاہئے گواہی کی بنا پر یہ معاملت درست اور مستحکم تر ہوجائے گی۔ اس کے بعد کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں باقی رہ جائے گی۔ ہاں اگر خرید وفروخت دست بدست نقد ہو تو پھر لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قرآن مجید کے اس حکم سے اقتصادیات کو بڑا فائدہ پہنچا۔ یہ دستاویز قرض دار کے ذمہ قرضہ کا بہترین ثبوت بن گئی۔ اس کے ذریعہ میعاد کے اندر قرض خواہ اپنے مطالبہ کو وصول کرسکتا ہے۔ قرض دار اگر فوت ہو جائے تو دستاویز دکھا کر اس کے ورثا سے قرضہ کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ اس دستاویز کے ذریعہ قرض خواہ کے لئے بہت سے منافع حاصل کرنے کا امکان ہے وہ اس کو پیش کرکے دوسروں سے قرض معاملت کرسکتا ہے۔ تمام معاملات اور

مالی مبادلات کی بنیاد اس وقت ان ہی دستاویزوں پر ہے۔

اسلام نے عربی ماحول کے بالکل خلاف غلاموں کے لئے مختلف سہولتیں پیدا کیں ان کی آزادی کے لئے راہیں نکالیں۔ متعدد گناہوں کا کفارہ غلام آزاد کرنا قرار دیا۔اس وجہ سے غلاموں کی ایک جماعت آزاد ہوگئی جس کی تعداد برابر بڑھتی گئی یہ تجارت وزراعت میں ماہر تھے۔لہٰذا آزادی کے بعد اسی میں مشغول ہوگئے۔ غلاموں کے بارے میں رسولؐ نے وہی طریقۂ کار اختیار کیا جو یہود خیبر کے بارے میں اطراف خیبر میں یہودی کھیتی کرتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد پیغمبرؐ نے ان کو بے دخل نہیں کیا۔ ان سے معاہدہ کرلیا کہ یہاں کی پیداوار کا نصف حصہ تمہارا اور نصف مسلمانوں کا ہوا کرے گا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ علاقہ خیبر کھیتوں اور باغوں سے لہلہا رہا تھا۔ اس کو فنون زراعت کے ماہرین کی ضرورت تھی۔مسلمانوں میں ان فنون کے واقف کار افراد کم تھے۔اس سے بہتر کوئی تدبیر نہ تھی کہ ایک معاہدہ کرکے اس خطہ کو یہودیوں کے ہاتھ میں رہنے دیا جائے۔ ہم نے پہلے بتایا کہ غلاموں کو تجارت وزراعت کی بابت خاص مہارت حاصل تھی۔ اس لئے سارے ملک کی تجارت وزراعت ان ہی کے ہاتھوں میں تھی۔ممکن نہ تھا کہ اسلام سرے سے غلامی کو قانوناً ممنوع قرار دے دے۔ اس سے ملک کی اقتصادی حالت بہت خراب ہوجاتی۔ آزادی کے بعد یہ غلام انتقاماً یا کام کرنے سے انکار کردیتے اور یا اپنے اپنے وطنوں کو واپس چلے جاتے۔ اسلام نے ملک کو اقتصادی تباہی سے بچانے کی خاطر غلامی کو تدریجاً ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اگر اسلام اس بارے میں کوئی انتہائی قدم اٹھا دیتا تو بعید نہ تھا کہ مسلمان رسولؐ کی زندگی ہی میں خانہ جنگی اور باہمی کش مکش کا شکار ہوجاتے۔

تاریخ سے باخبر افراد جانتے ہیں کہ انیسویں صدی میں جب شمالی امریکہ میں غلامی کو یکسر ختم کرنے کا اقدام کیا گیا تو کیسی خطرناک رسہ کشی اور تباہ کن خوں ریزی ہوئی۔ ملک کے جنوبی باشندوں نے شدید مخالفت کی اور بالآخر دونوں فریقوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ اس کش مکش کا سبب صرف یہ تھا کہ سارے ملک کی زراعت کا دارومدار غلاموں کے اوپر تھا بے شک اس جنگ میں شمال والے کامیاب ہوئے اور انھوں نے غلاموں کو آزاد کرالیا لیکن اس آزادی کی قیمت میں انھیں لاکھوں آدمیوں کا خون دینا پڑا۔ رسولؐ اگر اس طرح کا اقدام کرتے تو غلام خواہ مخواہ آزاد ہوتے یا نہ ہوتے اقتصادی بربادی کے ساتھ اسلام کا نام ونشان صفحۂ عالم سے بالکل مٹ جاتا۔ امریکہ میں غلامی ختم کرنے کے سوال پر خوں ریزیاں ہوئیں مگر اس کے ختم ہونے کے بعد ملک کو تباہ کن اقتصادی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انیسویں صدی میں دنیا صنعت وحرفت میں کافی آگے بڑھ چکی تھی۔ تجارت وزراعت کے کاموں سے غلاموں کے علاوہ ملک کے دوسرے طبقے واقف ہوچکے تھے۔ اسلام کا سابقہ ساتویں صدی کے جاہل کاہل اور ناواقف عربوں سے تھا۔ اس وقت غلامی کو دفعتہ ممنوع قرار دینے کے معنی ملک کی اقتصادی موت اور اسلام کی تباہی ہوتے، بے عملی اور کاہلی عربوں کی طبیعت میں راسخ

ہوگئی تھی۔ انھیں محنت ومشقت کرکے پیٹ بھرنا بہت کھلتا تھا۔ وہ دوسروں سے کام لینے کے عادی تھے۔ ان کے نزدیک خود کام کرنا ذلّت کا باعث تھا۔ پیغمبر اسلامؐ نے اس ذہنیت کو اپنے ذاتی عمل سے بدلنا چاہا۔ ایک مرتبہ حضرت معہ چند اصحاب کے کسی سفر میں تشریف لے جارہے تھے آپ نے ایک بکری کا سالن پکانے کا حکم دیا۔ اصحاب نے یہ سن کر فوراً باہم تقسیم عمل کرلی۔ ایک شخص نے کہا کہ میں اس کو ذبح کروں گا، دوسرے نے کہا میں اس کے صاف کرنے کا ذمہ دار ہوں، تیسرے نے کہا اس کا پکانا میرے ذمہ ہے۔ یہ سنکر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اور پکنے کے لئے لکڑیاں میں جمع کروں گا۔ اصحاب نے عرض کیا کہ حضور اس خدمت کو آپ کی طرف سے ہم انجام دے لیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تم لوگ کام کرو اور میں الگ بیٹھا رہوں: **ان اللّٰہ یکرہ من عبدہ ان یراہ متمیزا بین اصحابہ۔**

اسلام نے محنت مزدوری کو اتنی اہمیت دی کہ عبادت الٰہی پر اس کو مقدم کردیا۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ انسان امور معاش کو چھوڑ کر ہمیشہ محراب عبادت میں نظر آئے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزم میں کسی شخص کا ذکر خیر ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ ایک سفر میں وہ ہمارے ساتھ تھا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ سوار ہوکر برابر ذکر الٰہی کرتا رہتا تھا اور اتر کر نمازوں میں مشغول ہوجاتا۔ اس کا کوئی وقت عبادت سے خالی نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے یہ سن کر فرمایا: کہ پھر اس کے اونٹ کو چارہ کون دیتا تھا۔ اس کا کھانا پینا کس کے ذمہ تھا؟ لوگوں نے کہا کہ اس کی دیکھ بھال ہم سب کرتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سب اس سے بہتر ہو۔

کسب معاش کی طرف اس سے بڑھ کر توجہ دہانی کیا ہوگی کہ پیغمبرؐ نے سب کو خدا کا دوست اور بے عمل کو اس کا دشمن بتلایا۔ آپ نے فرمایا کہ: **لان یاخذ احدکم جلسہ ثم یعدوا الی الجبل فیحطب فیبیع خیر لہ من ان یسئل الناس۔** ''دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے یہ بہتر ہے کہ انسان پہاڑ پر سے لکڑی ڈھوئے اور اس کو فروخت کرے۔

ان ہدایات سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام سخت مزدوری کا حامی ہے۔ اس نے عربوں کی ذہنیت میں عظیم انقلاب پیدا کیا۔ اس کی بیکاری بے عملی، راحت طلبی اور تعیش پسندی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ ان کی اقتصادی حالت کو سدھارنے کی کوشش کی۔ انھوں نے عزت وذلت کے جو تخیلات قائم کرلئے تھے انھیں غلط بتلایا۔ ان کے واسطے آزادانہ تجارت کے راستوں کو کھول دیا۔ ان کے تجارتی قافلوں کی آمد ورفت کو محفوظ بنادیا۔ ان کے درمیان قرض کی لین دین کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں۔ سودخواری کو ناجائز قرار دے کر ان میں اقتصادی توازن قائم کیا۔ ان کے اموال میں فریضۂ زکوٰۃ عائد کرکے ان کی کاروباری زندگی کو منضبط کرایا۔ خمس وزکوٰۃ کے توسط سے ان میں خوش حالی پھیلائی اور فقر وفاقہ سے انھیں نجات دلائی۔ کیا عرب کے اقتصادیات میں اسلام کے ان زرّیں خدمات کو تاریخ فراموش کرسکتی ہے؟

❁❁❁